**Open Access**

***Al-Irfan*** *(Research Journal of Islamic Studies)*

***Published by:*** *Faculty of Islamic Studies & Shariah*
***Minhaj University Lahore***

***ISSN:*** *2518-9794 (Print), 2788-4066 (Online)*

*Volume 08, Issue 16, July-December2023,*

***Email:*** alirfan@mul.edu.pk

العرفان

# غزوات النبی ﷺ سے متعلق اشکالات اوران کے جوابات (ایک تحقیقی جائزہ)

# Ambiguity to understand and decoding The Battles of Prophet(PBUH) (An Research Review)

***Muhammad Aslam Rubbani***

Islamic institute & Shariah Muslim Youth University Islamabad

*rabbanimuhammadaslam@gmail.com*

## ***ABSTRACT***

The creator of the universe blessed humanity with such a great and high status person who is called the prophet of the end of time, Sayyidna Muhammad (PBUH) A perfect model for humanity has been set in the life of the Holy Prophet (PBUH). From the early days of Islam until now, thousands of scholars have written on the life of the Prophet (PBUH). There was a difference between these scholars in describing the events and history, due to which the human mind can suffer from doubts and confusion. There is a slight discrepancy in the occurrences and stories of hundreds of incidents in the life of the Holy Prophet (PBUH). For example, the age of Sayyida Ayesha and Sayyida Khadijah at the time of marriage, Fitrat Wahi, the event of Miraj, the events that happened in Ghazwat, etc.

In this article, the difficulties encountered in the defensive expeditions of the Holy Prophet and their solutions have been described

***Keywords:***

Seerah, Problem, Ghazwat al-Nabi.

https://doi.org/10.58932/MULB0017

خالق کائنات نے انسانیت کو نبی آخر الزمان سیدنا محمد ﷺ جیسی عظیم الشان و عالی مرتبت شخصیت سے نوازا۔ اسلام کے ابتدائی ادوار سے اب تک ہزاروں مسلمان اور غیر مسلم علماء نے سیرت رسول ﷺ پر قلم اُٹھایا۔ان علماء سے واقعات سیرت کو بیان کرنے میں کہیں کہیں اختلاف پیدا ہوا جس کی وجہ سے انسانی ذہن تشکیک وابہام کا شکار ہوتا ہے۔ مثلا بوقت نکاح سیدہ عائشہ اور سیدہ خدیجہ کی عمر، فترت وحی، واقعہ معراج، نیز غزوات میں پیش آنے والے واقعات وغیرہ ۔تاہم مقالہ ہذا میں صرف رسول کریم کے دفاعی غزوات سے متعلق پیدا کیے گئے اشکالات اور انکے ممکنہ جوابات کا تحقیقی جائزہ لیا جارہا ہے۔

## دفاعی غزوات

عصر رسالت میں مسلمانوں کے قریش اور دیگر قبائل کے درمیان جو معرکے ہوئے ان میں ایک بنیادی فرق نظر آتا ہے کہ بعض معرکوں میں اہل ایمان نے دشمن کے علاقوں کی طرف پیش قدمی کی (مثلاً غزوہ خیبر، غزوہ حنین، غزوہ موتہ اور تبوک وغیرہ) جبکہ اکثر غزوات میں ایسی پیش رفت نہیں کی بلکہ دشمن حملہ آور ہوئے اور آپ ﷺ مدینہ کی حدود ہی میں رہے (مثلاً غزوہ بدر واحد اور غزوہ خندق)۔اسی لئے مورخین نے ان کو دفاعی اور اقدامی غزوات میں تقسیم کیا ہے۔اس تقسیم کو مدنظر رکھتے ہوئے اس تحقیق میں دفاعی غزوات میں سے صرف تین کے متعلق اشکالات کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

## غزوہ بدر سے متعلق اشکالات

قریش مکہ اور اہل ایمان کے درمیان پہلا باقاعدہ معرکہ "بدر"(1) کے مقام پر دو ہجری 16 رمضان کو ہوئی۔ اس معرکہ حق و باطل میں قریش کی تعداد ایک ہزار جب کہ صحابہ تعداد میں تین سو تیرہ تھے۔ یہ جنگ صرف ایک دن جاری رہی۔ صحابہ میں سے چودہ (چھ مہاجری اور آٹھ انصاری)، جبکہ قریش میں سے ستر افراد مارے گئے تھے جن میں قریش کے سرکردہ سردار میں سے امیہ بن خلف، ابوجہل، عقبہ وشیبہ شامل تھے۔ ستر قریشی قید ہوئے۔اہل ایمان میں سے کوئی بھی قیدی نہ ہوا۔اس معرکہ میں اہل ایمان کو فتح ملی۔(2) قرآن میں اس معرکہ کو یوم الفرقان کہا گیا ہے۔(3)

---

(1)۔البلادی، عاتق بن غیث (1421ھ) معجم ال-عالم الجغرافیہ، دار مکہ للنشر والتوزیع. مکۃ المکرمۃ، ص42

(2) ابن ہشام، عبدالملک بن ہشام (1421ھ)، السیرۃ النبویۃ، دارالمعرفہ، بیروت، لبنان، ج1، ص12

(3) الانفال 8:41

## اشکال نمبر1: غزوہ بدر کا اصلی سبب

جب غزوہ بدر کے اسباب کا مطالعہ کرتے ہیں تو مختلف روایات سیرت میں اس کے مختلف اسباب سامنے آتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

1: عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ بدر کا سبب سریہ عبداللہ بن جحش(1) میں حضرت واقد بن عبداللہ تمیمی کے ہاتھوں عمرو بن حضرمی کا قتل تھا یعنی قریش مکہ نے عمرو بن حضرمی کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے لشکر کشی کی تھی، طبری کی روایت ہے:

وکانت تلك الوقعة هاجت الحرب بين رسول الله و بين قريش و اول ما اصاب ب٥ بعضهم بعضا من الحرب، وذلك قبل مخرج أبي سفيان و أصحابه إلى الشام (2)

یعنی اس واقعہ (سریہ عبداللہ بن جحش میں عمرو بن حضرمی کے واقعہ قتل) نے رسول اللہ ﷺ اور قریش کے در میان قتال کو ہوادی اور پہلی بار جنگ ایک فریق سے دوسرے فریق کو صدمہ پہنچانے کا سبب بنی اور یہ قصہ ابوسفیان اور اسکے ساتھیوں کا شام جانے سے پہلے پیش آیا تھا"۔

مذکورہ بالا روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ غزوہ کی اصل وجہ سریہ عبداللہ بن جحش میں عمرو بن حضرمی کا قتل تھا۔

2: بعض روایات کے مطابق بدر کے میدان میں اہل ایمان کا تیزی سے حرکت کرنے کی وجہ قریش کے تجارتی قافلے کو لوٹنے کا عملی عزم بھی بتایا گیا ہے اور اس سلسلے میں دلیل کے طور پر رسول اللہ ﷺ کا مسلمانوں سے یہ فرمان ذکر کیا جاتا ہے کہ:

هذه غير قريش فيها أموالهم ، فأخرجوا إليها لعل الله ينفلكموها

"یہ قریش کا قافلہ ہے جس میں ان کا تجارتی مال ہے اس کی طرف نکلو، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بطور غنیمت تمہیں یہ عطا کردے"۔(3)

---

(1)ابن ہشام ج1، ص606

(2)طبری، محمد بن جریر(1387ھ)، تاریخ الرسل والملوک، دارالتراث بیروت، لبنان، ج5، ص404

(3)ابن کثیر، عمر بن کثیر(1421ھ)، البدایہ والنہایہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت لبنان، ج3، ص313

اور قریش کی طرف سے بدر کی جانب مکہ سے کوچ کرنے کی اصل وجہ تجارتی قافلہ کو مسلمانوں سے محفوظ کرنا تھا۔

اس طرح مذکورہ روایات کو دیکھ کر ایک طرح کا "مشکلہ" وجود پاتا ہے کہ غزوہ بدر کا سبب اصلی کیا تھا؟

## حل

اہل ایمان کا بدر کی جانب روانہ ہونے کا مقصد قریش کی ریشہ دوانیوں سے روکنا اور ان کو باور دلانا تھا کہ اگر وہ اپنی حرکتوں سے نہ رکے تو مسلمانوں کے رد عمل کے طور پر ان کی تجارتی سرگرمیاں متاثر ہو سکتی ہیں، اس طرح گویا امن اختیار کرنے کے لیے ان پر معاشی دباؤ ڈالنا تھا، جیسا کہ درج ذیل تفصیلی تجزیہ سے ثابت ہوتا ہے:

ہجرت مدینہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے میثاق مدینہ کی شکل میں مدینہ کے ان نواحی قبائل سے معاہدات کیے جو قریش کی تجارتی گزرگاہ میں آتے تھے اور تجارتی اہمیت رکھتے تھے۔ قریش کے نزدیک ان کی تجارت خاص اہمیت کی حامل تھی اور وہ اس میں کسی قسم کی بندش کو قبول نہیں کر سکتے تھے۔ اور نہ ہی کسی رکاوٹ کو وہ اپنے لیے متحمل سمجھتے تھے۔ جب سیدنا ابوذر غفاری نے اسلام قبول کیا تو قریش مکہ نے ان پر تکالیف کے پہاڑ گرادیئے۔ تب سیدنا عباس نے قریش مکہ سے کہا کہ قبیلہ غفار اس رستے پر واقعہ کیا جہاں س قریش کا تجارتی قافلہ گزرتا ہے۔اور تمہاری اس حرکت سے غصہ میں آکر وہ آپ کی تجارتی راہ روک لیں گے۔ یہ سن کر قریش نے حضرت ابوذر غفاری کو چھوڑ دیا تھا۔(1)

مذکورہ واقعہ واضح کرتا ہے کہ تجارتی قافلے میں کسی قسم کی بندش قریش کی شہ رگ پر ہاتھ رکھنے جیسی تھی اور جس کا پیغمبر اسلام ﷺ کو اچھی طرح علم اور ادراک تھا یوں سرور کائنات ﷺ نے اہل ایمان کے خلاف ریشہ دوانیوں سے منع کرنے اور امن اختیار کرنے پر مجبور کرنے کے لیے اقتصادی دباؤ ڈالنے کے لیے قافلے کا پیچھا کیا۔ قریش اہل ایمان کی انہی کوششوں کا سدباب چاہتے تھے اور قریش کا یہ ارادہ انہیں میدان بدر تک لے آیا۔

ابن حضرمی کا قتل جنگ کی آگ بھڑکانے کے لیے قریش کو ایک مضبوط ہتھیار ہاتھ آیا تھا کیونکہ ابن حضرمی کا قتل قریش کی صدیوں سے جاری سیاسی، دینی اور معاشی اجارہ داری کیلیے ایک عظیم چیلنج تھا۔اگر وہ خاموشی اختیار کرتے تو اہل عرب میں انکی پستی واضح ہو جاتی۔(2) لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ قریش ابن حضرمی کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے مکہ سے نہیں نکلے تھے بلکہ تجارتی قافلے کی حفاظت کے لیے نکلے تھے، تاہم ابوسفیان مشہور راستوں کو چھوڑ کر ساحلی راستے سے قافلے کو بچا کر بحفاظت لے گیا اور قریش کو یہ پیغام کر بھیجا کہ

---

(1) بخاری، محمد بن اسماعیل (1408ھ)، الصحیح، دار الفکر العربی، بیروت لبنان، ج1، ص788، رقم 3861

(2) حمید اللہ، ڈاکٹر محمد، (2012) عہد نبوی کے میدان جنگ، ادارہ اسلامیات لاہور، ص31

الکم خرجتم لتمنعوا غیرکم و رجالکم وأموالکم وقد نجاھا اللہ فارجعوا

یعنی آپ نے صرف اس لیے کوچ کیا تھا کہ قافلے کو اور اپنے آدمیوں کو اور اپنے اموال کو بچالیں اللہ نے سب کو بچالیا لہذا آپ سب واپس ہو جاؤ(1)

ابو جہل بولا کہ جب تک ہم بدر پہنچ کر تین دن تک کھا پی کر اور گا بجا کر مستیاں نہ اڑالیں، تب تک ہر گز نہیں لوٹیں گے۔اس پر بعض نے ابوسفیان کی تجویز پر عمل پیرا ہونے کا بولا لیکن ابو جہل نے ماننے سے انکار کر دیا اور کہنے لگا "جب بدر میں قریش کے قیام اور دعوتوں کی خبر جزیرہ نمائے عرب میں پھیلے گی تو اہل عرب پر قریش کی ہیبت طاری ہو جائے گی۔اور تمام عرب کر ہماری شہرت کا سکہ بیٹھ جائے گا۔(2)

مذکورہ واقعات کو دیکھ کر یہ واضح ہوا کہ معرکہ بدر کی اصل وجہ ابو جہل کا بغض وعناد، ہٹ دھرمی اور اسلام دشمنی تھی۔وہ میدانِ بدر تک قریشیوں کو کسی اور بیانیہ کی بنیاد پر لے آیا،البتہ جب جنگ کے لیے ابو جہل کو کوئی معقول وجہ نہ مل سکی تو عین میدانِ جنگ میں اس نے عرب کی روایتی غیرت کو سامنے لاتے ہوئے ابن حضرمی کے قضیے کو بطور ہتھیار استعمال کیا۔

جہاں تک تجارتی قافلہ کے لوٹنے کی نیت سے اہل ایمان کے سفر کا تعلق ہے اور اس حوالے میں روایات میں کان یرید غیرھا یا یرید: غیر القریش (آپ کا ارادہ کاروان کا تھا) یا ھذہ غیر قریش فیھا أموالھم ، فاخرجوا إلیھا ، لعلل اللہ بغلم یکموھا"(یہ قریش کا قافلہ ہے جس میں ان کے اموال ہیں، قافلہ کی جانب نکلو۔ممکن ہے کہ اللہ غنیمت کے طور پر تمہیں یہ عطا کر دے)(3) کے الفاظ ذکر ہوئے ہیں تو یہ حقیقت ہے کہ قرآنی فیصلہ پر اہل ایمان کا قریش کے تجارتی قافلے یا جنگی لشکر)میں سے کسی کے ساتھ ضرور سامنا ہونا تھا۔تاہم اس کا ظاہری حکم نہیں آیا تھا لیکن اللہ نے حق کی برتری اور باطل کی جڑیں کاٹنے کا فیصلہ فرمالیا تھا۔اہل ایمان اپنی سوچ و فکر کے مطابق مشرکین کے تجارتی قافلے کے ذریعے پریشر ڈالنا چاہتے تھے تاہم یہ قرار دینا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد قافلے کو لوٹنا تھا، آپ ﷺ کی تعلیمات اور خود آپ کا عملی کردار اس خیال کی تردید کرتے ہیں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ احباب نے غزوہ خیبر میں امن کے بعد یہود کے جانور اور پھل لوٹے تو آپ نے اس پر سخت غصے کا اظہار فرمایا۔(4)

---

(1)ابن ہشام، عبدالملک بن ہشام(1421ھ)،السیرۃ النبویۃ، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، ج1، ص618

(2)ایضاًج1، ص619

(3)ایضاًج1، ص607

(4)ابی داؤد، سلیمان بن اشعث(1421ھ)السنن، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، ج1، ص812، رقم3050

چنانچہ حضور ﷺ نے غضب کردہ مال کو مردار قرار دیا، ایک روایت میں ہے کہ اصحاب رسول کا ایک قافلہ ایک مشن پر گیا اور شدید تنگی اور بھوک میں زیادتی کی وجہ سے بکریوں کے ایک ریوڑ کو لوٹ لیا حضور ﷺ کو خبر ملی تو آپ ﷺ پکتے ہوئے گوشت کے برتنوں کو الٹا دیا اور فرمایا کہ لوٹا ہوا مال مردار گوشت کی طرح ہے۔(1)

حضور ﷺ کے سفر کا طریقہ ہر گز ایسا نہیں تھا کہ معمولی شک بھی ہو سکتا ہو کہ حضور ﷺ کا مقصد قافلہ لوٹنا تھا، کیونکہ عرب میں قافلوں کو لوٹنے کے لیے لٹیروں کا انداز یہ ہوتا تھا کہ وہ وادیوں کے دائیں بائیں گھاٹیوں میں چھپ کر قافلوں کے آخری حصہ کے گزرنے کا انتظار کرتے پھر تیزی سے جھپٹ کر حملہ کرتے اور جو کچھ ہاتھ آتا لوٹ کر پہاڑی علاقہ کے پیچ وخم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے غائب ہو جاتے تھے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ قافلے کو لوٹنے والے کبھی لشکر کشی نہیں کیا کرتے۔

اگر غزوہ بدر کا مقصد بھی قافلے کو لوٹنے کا ہی تھا تو اس کے لیے تین سو تیرہ مجاہدین کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ قریش کے قافلے کے ساتھ محافظ دستے کی تعداد تیس یا چالیس افراد تک تھی اور اس واسطے اتنے بڑے لشکر (تین سو تیرہ لوگوں کی شمولیت) کی کوئی معقولیت نظر نہیں آتی۔(2)

لہذا کوئی واقعہ بھی اس کی تائید نہیں کرتا کہ آپ ﷺ کی نیت لوٹ مار کرنا تھی۔ آپ ﷺ کے اس سفر کے سلسلے میں کان یرید العیر" کا یہی معنی ہے کہ آپ نے کاروان پر اثر انداز ہونے کی نیت سے سفر فرمایا تھا۔اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ آپ ﷺ نے قافلے کو لوٹنے کے ارادے سے سفر کیا ہو۔

## اشکال نمبر 2: ملائکہ کا جنگ بدر میں حصہ لینا :

غزوہ بدر میں اللہ رب العزت نے اہل ایمان کی مدد کے لیے فرشتوں کو نازل کیا، جس کا تذکرہ قرآن مجید اور کتبِ سیرت میں بھی جنگ بدر کے تذکرہ کے ذیل میں آیا ہے(3)۔اس سلسلے میں درج ذیل اشکالات ہیں:

**پہلا اشکال**: ایک فرشتہ بھی تمام دنیا کو تباہ کرنے کے لیے کافی تھا تو پھر فرشتوں کی فوج بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟

---

(1) ایضاً ج1، ص601، رقم2705

(2) ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام (1421ھ)، السیرۃ النبویۃ، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، ج1، ص606

(3) آل عمران 125:3

**دوسرا اشکال**: اگر فرشتوں کی جماعت لڑی تھی تو آدمیوں کی شکل میں (مرئی صورت میں) لڑی تھی یا غیر مرئی شکل میں، اگر فرشتے انسانی شکل میں تھے تو پھر وہ آنحضرت ﷺ کے لشکر کا حصہ گنے جاتے اور اس طرح آپ ﷺ کا لشکر تین ہزار یا اس سے زائد ہوگا اور اتنی تعداد کسی نے بیان نہیں کی۔

**تیسرا اشکال**: بدر میں نازل ہونے والے فرشتوں کے اجسام کثیف تھے یا لطیف؟ اگر کثیف تھے تو یقیناً سب انہیں دیکھ پاتے، حالانکہ انہیں کسی نے نہ دیکھا اور اگر ان کے اجسام لطیف تھے تو گھوڑوں پر سواری کر کے آتے۔ کیونکہ غیر مرئی اور لطیف اجسام کا گھوڑوں پر سوار ہونے کا کوئی معنی نہیں۔

مذکورہ اشکالات امام فخر الدین الرازی نے ابو بکر اصم" کے حوالے سے ذکر کیے ہیں۔(1) مذکورہ اشکالات کی بنیاد پر معتزلی عالم ابو بکر اصم نے جنگ بدر کے موقع پر ملائکہ کے نزول کا انکار کیا ہے اور بتایا کہ ان قرآنی آیات کے نازل ہونے کی وجہ صرف اصحاب رسول کی حوصلہ افزائی اور مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنا تھا۔

مذکورہ بیانات کی بنیاد پر سر سید احمد خان نے بھی کہا ہے کہ:

"اہل ایمان اس پر یقین رکھتے ہیں اور احادیث و تاریخی کتب میں یہ لکھا ہوا ہے اور تمام مفسرین کا دعویٰ ہے نیز سورہ آل عمران میں لکھا ہوا ہے کہ غزوہ بدر میں اہل ایمان کی نصرت کے لیے فرشتوں کی جماعت نازل ہوئی مگر میں اس بات کا انکار کرتا ہوں، مجھے یقین ہے کہ فرشتے لڑائی کے لیے فوج کی شکل میں یا گھوڑوں پر چڑھ کر نہیں آئے۔ مجھ کو یہ بھی یقین ہے کہ قرآن مجید سے بھی ان جنگجو فرشتوں کا نزول ثابت نہیں۔ لیکن تمام مسلمان اس کے برعکس عقیدہ رکھتے ہیں، ان کا یقین ہے کہ درحقیقت فرشتے لشکر کی صورت میں اترے تھے، ان کا نادانی سے یہ بھی کہنا کہ ملائکہ کا نزول قرآنی نص سے ثابت ہے اور اس سے انکار کرنا قرآن کا انکار کرنا ہے مگر ان کا یہ خیال محض غلط ہے"(2)

## حل

صاحب تفسیر کبیر نے ابو بکر اصم کی عبارت نقل کرنے کے بعد فرمایا:

(1) رازی، فخر الدین (2010ء) مفاتیح الغیب، دار الفکر بیروت ج6 ص196، ذیل سورۃ آل عمران آیت 12

(2) پانی پتی، محمد اسماعیل، مولانا (2011) مقالات سر سید مجلس ترقی ادب لاہور ج14، ص407

أعلم أن هذه الشبية إنما تليق بمن ينكرالقرآن والنبوة فأما من يقر بيها فلايليق به شيئ من هذه الكلمات، فماكان يليق بأبي بكرالاصم إنكار هذه الأشياء مع أن نص القرآن ناطق بها و ورودها في الأخبار قريب من المتواتر.

جان لیں کہ ایسا کوئی شک وہی کر سکتا ہے جو قرآن اور نبوت کا انکاری ہو، لیکن جو انسان ان دونوں (قرآن اور نبوت کو ماننے اس کے لیے ایسے کلمات کہنا زیب نہیں دیتا۔ ابو بکر اصم کا نزول ملائکہ کا مدد کے لیے اترنے کا انکار کرنا مناسب نہیں باوجودیکہ قرآنی نص سے ثابت ہے اور یہ ایسی حدیثوں میں بیان ہوئے ہیں جو تواتر کے قریب ہیں"۔(1)

جہاں تک سرسید احمد خان کے خیالات ہیں تو خود ان کے مقالات کے مرتب کردہ ان پر تبصرہ کرتے ہیں کہ سرسید کی مراد یہ ہے کہ ملائکہ کے ذریعے امداد کرنے کا عہد اللہ کا محض فرضی تھا اور یہ قلب کو تسلی دینے کے مترادف بات تھی تا کہ مسلمان الٰہی وعدے پاکر مسرت کا اظہار کریں اور ان کو حوصلہ مل جائے۔ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کے متعلق جو اصدق الصادقین ہے، ایسی گفتگو کرنا کہ خدا تعالیٰ اہل ایمان کے قلب کی تسلی کے لیے وعدے کرتا ہے یہ بڑی غیر اخلاقی اور حیرت انگیز بات ہے۔

سرسید کے رفیق مولانا الطاف حسین حالی سرسید احمد خان کے خیالات پر اپنا نکتہ نظر بیان کرتے ہیں کہ:

"یہ سرسید کی نہایت رکیک تاویلیں ہیں، کیونکہ جب اللہ تعالی نے واضح عہد فرمایا کہ ہم ہزار ملائکہ سے اہل ایمان کی نصرت کو اتاریں گے تو بے شک اللہ نے اپنا عہد نبھایا (إن الله لایخلف المعیاد)۔ ملائکہ اترے اور انہوں نے مسلمانوں کا ساتھ دیا اور اسی الٰہی نصرت کی وجہ سے اہل۔ایمان کو فتح نصیب ہوئی۔ ورنہ فاتح ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا۔

علاوہ ازیں سرسید کے پاس کیا دلیل ہے کہ ملائکہ نہیں اترے اور اہل ایمان خود ہی اپنی قوت سے فتحیاب ہوئے؟ کہاں کفار کا لشکر جرار اور مسلح سوار فوج اور کہاں تین سو فاقہ زدہ نہتے و کمزور اور پیدل مسلمان، زمین و آسمان کا فرق تھا۔ اگر اللہ اپنی فوج آسمانوں سے نازل نہ کرتا تو مسلمانوں کا ایک شخص بھی قریشی لشکر سے بچ کر نہیں جا سکتا تھا۔[2]

(1) رازی، فخر الدین (2010ء) مفاتیح الغیب، دار الفکر بیروت ج6 ص186

(2) پانی پتی،، محمد اسماعیل، مولانا (2011) مقالات سرسید مجلس ترقی ادب لاہور ج14، ص41

ادریس کاندھلوی فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ عالم اسباب ہے اس لیے اللہ نے عالم اسباب کی رعایت کی۔ اور ملائکہ کی فوج اصحاب رسول کی مدد کے لیے اتاری۔ ورنہ ایک فرشتہ ہی تمام کفار کے لیے کافی تھا، اصل فاعل تو خدا کی ذات ہے، مگر اس دنیا میں قدرت کا ظہور اسباب اور وسائل کے ذریعہ سے ہوتا ہے اس لیے عالم دنیا کے طریقہ کے مطابق فرشتوں کا ایک لشکر اہل ایمان کی نصرت کے لیے بھیجا۔(1)

## غزوہ احد سے متعلق اشکالات

غزوہ احد چونکہ احد پہاڑ کے دامن میں پیش آیا تھا اس لیے اسے غزوہ احد کہا جاتا ہے۔ سیرت نگار غزوہ احد کے واقعہ ہونے کا مہینہ شوال تین ہجری بتاتے ہیں۔(2) ابن سعد نے غزوہ احد کی تاریخ سات شوال تین ہجری اور ہفتہ کا دن بتایا ہے۔(3)

غزوہ بدر میں ذلت آمیز شکست کھانے کے بعد قریش مکہ نے تجارتی قافلے کا اصل سرمایہ مالکان کو واپس کر دیا مگر اس تجارت سے حاصل ہونے والے منافع کو اہل ایمان کے مخالف جنگ کی تیاریوں کے لیے استعمال کرنے پر متفق ہوئے۔ قریش کی یہ تمام تیاری کا مقصود مقتولین بدر کا انتقام لینے ، شام کی جانب روانہ ہونے والے تجارتی راستوں پر مسلمانوں کا تسلط ختم کرنے، بدر کے موقع پر ذلت آمیز شکست کھانے سے قریش کے وقار کو پہنچنے والی ٹھیس اور اہل عرب میں ان کی جو کمزوری ظاہر ہوئی تھی، ان کا تدارک کرنا تھا۔ قریشی لشکر میں 3000 افراد (700 زرہ پوش ، 200 گھوڑے اور 3000 اونٹ ) شامل تھے ۔ مسلمانوں کے لشکر کی تعداد سات سو تھی ۔ اس جنگ میں اہل کو بڑا صدمہ اٹھانا پڑا تھا، آپ ﷺ کا ایک دانت بھی شہید ہوا، چہرہ مبارک زخمی ہوا اور 70 صحابہ شہید ہوئے۔ تاہم دوسری جانب قریش کے بائیس افراد مارے گئے ۔(4)

کتبِ سیرت میں غزوہ احد کے متعلقہ واقعات کا مطالعہ کرتے وقت چند مشکلات سامنے آتی ہیں، جن کا ذیل میں علمی جائزہ لیا جاتا ہے۔

---

(1) کاندھلوی، محمد ادریس (2016) سیرت المصطفیٰ. ادارۃ المعارف کراچی، ج2ص48

(2) طبری، محمد بن جریر (1387ھ)، تاریخ الرسل والملوک، دارالتراث بیروت، لبنان، ج2، ص449

(3) ابن سعد، محمد بن سعد (1412ھ) الطبقات الکبری، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، ج2، ص36

(4) زرقانی محمد بن عبدالباقی (1417ھ) شرح الزرقانی علی سے مواہب اللدنیہ، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان. ج2، ص401.

## اشکال نمبر 3: غزوہ احد میں شکست خوردہ وفاتح فریق کا تعین

غزوہ احد کے ابتداء طور پر اہل ایمان فاتح ٹھہرے۔ قریشی فوج کے دس علم بردار قتل ہو چکے تھے اور یوں دس بار قریش کا جھنڈا زمین بوس ہو چکا تھا۔ خود ابوسفیان مرتے مرتے بچا تھا کہ حضرت حنظلہ نے اس پر وار کیا تو ابوسفیان گھوڑے سے گر پڑا تھا مگر ابوسفیان کے محافظ دستوں نے اس کی حفاظت کی۔(1) فوج کو غیرت زندہ کرنے والی خواتین جن میں ہند بھی تھیں، نے اس پھرتی اور بدحواسی میں جان بچانے کی خاطر بھاگ رہی تھیں کہ ہند کی پنڈلیاں اور قدموں کی پازیب تک نظر آتی تھیں، تاہم تیر اندازوں کے اپنے مقررہ مقام کو چھوڑنے اور اسی جگہ سے پھر قریشی فوج نے اس طرح تیزی سے حملہ کیا کہ اصحاب افراتفری کا شکار ہوئے اور انہیں شدید نقصان پہنچا، نہ صرف حضور ﷺ کو زخم آیا بلکہ 70 صحابہ بھی شہید ہوئے۔ غزوہ احد دن میں مسلمانوں کے نقصان اور قریشی لشکر کی فتح و کامیابی کے نعروں کو دیکھ کر کئی ایک مؤرخین نے کہا کہ غزوہ احد میں اہل ایمان کو پستی کا سامنا کرنا پڑا۔(2)

کچھ معاصر سیرت نگاروں کی تحریروں سے بھی کچھ محسوس ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک غزوہ احد میں اہل ایمان کو پستی کا سامنا کرنا پڑا۔ جیسا کہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی شروع والی تحاریر سے واضح ہوتا ہے لیکن بعد میں ڈاکٹر صاحب نے غزوہ احد میں اہل ایمان کی پستی کی جگہ یہ رائے ظاہر کی کہ یہ غزوہ کسی قسم کے حتمی نتیجہ و فیصلہ کے بغیر ختم ہو گئی تھی۔(3) شبلی نعمانی نے بھی یہی رائے اختیار کی ہے کہ بدر کی فتحیاب ہونے نے اہل عرب پر رعب طاری کر دیا تھا جس کی وجہ عرب قبائل اپنے اپنے ٹھکانوں میں خاموش بیٹھ گئے بعدازاں احد میں فتح نہ ملنے نے حالات بدل دیئے اور دوبارہ تمام قبیلے دفعۃً اٹھ کھڑے ہوئے۔(4)

مولانا محمد ادریس کاندھلوی بھی غزوہ احد کی تفصیلات بیان کرنے کے بعد ایک موقع پر "فتح کے بعد ہزیمت کی حکمت" کے ذیل میں لکھا ہے کہ وعدہ خدا کے تحت دن کے شروع میں اہل ایمان کفار پر فتحیاب رہے، لیکن جب اس مرکز سے دور ہوئے جہاں رسول خدا نے کھڑے رہنے کا حکم دیا تھا اور مسلمان مال غنیمت جمع کرنے کے لیے پہاڑ سے اتر پڑے تو جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور فتح شکست سے بدل گئی۔(5)

---

(1) ابن الاثیر، علی بن محمد (2016ء)، اسد الغابہ، مکتبہ نبویہ لاہور، ج2، ص85

(2) طبری، محمد بن جریر (1387ھ)، تاریخ الرسل والملوک، دار التراث بیروت، لبنان، ج2، ص525

(3) حمید اللہ، ڈاکٹر محمد، (2012)عہد نبوی کے میدان جنگ، ادارہ اسلامیات لاہور، ص174

(4) شبلی نعمانی، مولانا، (2002ء) سیرت النبی، مکتبہ اسلامیہ لاہور، ج1، ص244

(5) کاندھلوی، محمد ادریس (2016) سیرت المصطفیٰ. ادارۃ المعارف کراچی،، ج2، ص260

مذکورہ بالا صورتحال کو دیکھ کر ایک قسم کا مشکلہ سامنے وجود میں آتا ہے کہ غزہ احد میں نتیجہ کے لحاظ سے فتح کس فوج کے حصہ میں آئی ؟

## حل

غزوہ احد میں ایک وقت پر اہل ایمان کو شدید تکلیف پہنچی تھی اور اس موقع پر قریش نے " ہبل کی جے " یا" ھبل زندہ باد کے نعرے لگائے تھے ، قریش نے "الیوم الیوم بدر " پکار کر احد کو بدر کا بدل قرار دیا یعنی اہل ایمان کی احد والے یوم کی کیفیت کو بدر میں قریشیوں کی کیفیت کے برابر گردانا۔ لیکن اگر پیغمبر آخر الزماں کے دندان مبارک شہید ہونے، چہرہ شریف زخمی ہونے، 70 اصحاب کے شہید ہونے پر اور لشکر قریش کی مسرت کے اعلان کی بنیاد پر ہی اگر یہ بولا جائے کہ قریش کو فتح ملی تو پھر اس پر یہ بنیادی سوال اٹھیں گے کہ

- ابو سفیان اپنے فوجی دستوں کے ہمراہ مدینہ منورہ میں لوٹ مار کیے بغیر مکہ معظمہ کیسے لوٹے جبکہ اُس وقت مدینہ بظاہر کسی بھی دفاعی طاقت سے محروم تھا، کیا یہ اس کی عسکری غلطی اور غلط فیصلہ تھا؟
- کیا وہ اپنے بچپن کے دوست (حضرت محمد ﷺ) کے بارے میں ابھی تک نرم گوشہ رکھتا تھا جن کی شریفانہ خوبیوں کی وہ تعریف کرتا تھا اور پہلے ہی جیتے ہوئے معرکہ سے مطمئن ہو کر وہ حضور ﷺ کی ذات سے نفرت کے جذبات نہیں رکھتا تھا، اس لیے ابو سفیان نے مدینہ پر چڑھائی نہیں کی ؟
- کیا وہ جنگ کے نتیجے کو اہل ایمان کی طرف پلٹنے سے خوفزدہ تھا جس سے اُن کی غیر متوقع فتح ضائع ہو جاتی ؟

اس لیے تاریخی واقعات سے اس حقیقت کو ترجیح ملی ہے کہ نتیجہ کے لحاظ سے غزوہ احد کے فاتح اہل ایمان ہی تھے ،اگرچہ قریشی لشکر نے " ہبل کی جے "کا نعرہ لگایا تھا لیکن پھر ان کے سپہ سالار نے میدان سے لوٹنے میں ہی قریش کی عزت سمجھی۔احد سے واپسی ہوئی تو اگلے دن فجر کی نماز کے بعد آپ نے مشرکوں کا پیچھا کرنے کا اعلان فرمادیا تھا اور اصحاب کو فوری تیاری کا آڈر دے کر قریش کے متعلق خبریں جاننے کی خاطر جاسوس بھیج دیئے تھے۔

حضور ﷺ ام حمراء الاسد پہنچے تو آپ کے بھیجے ہوئے جاسوسوں میں سے دو مسلمان جاسوسوں کی نعشیں وہاں پڑیں تھیں۔ قریش مکہ نے رات وہاں گزاری تھی۔ انہیں اہل ایمان جاسوس پر شک ہوا تو گرفتار کر کے ان کے آنے کی وجہ معلوم کی۔ علم ہونے پر کہ حضور ﷺ تعاقب کے لیے آرہے ہیں تو کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جاسوسوں کو شہید کر دیا اور خود جلدی سے مکہ کی جانب روانگی پکڑ گئے۔

حضور ﷺ نے حمراء الاسد میں کیمپ لگانے کا حکم دیا۔ شہیدوں کو ایک ہی قبر میں دفنا دیا۔ رات ہوئی تو حضور ﷺ نے مجاہدین کو حکم دیا کہ ارد گرد کے ٹیلوں پر پھیل جائیں اور تمام رات آگ کے الاؤ روشن رکھیں۔ کفار کا کیمپ وہاں

سے زیادہ دور نہیں تھا۔ وہ ساری رات دور دور تک پھیلے آگ کے روشن الاؤ دیکھتے رہے تھے۔ رئیس المشرکین کے ساتھیوں کی ہمت پہلے ہی جواب دے چکی تھی انہیں یہی خیال پریشان کر رہا تھا کہ اتنے زیادہ گھاٹے کے باوجود اصحاب محمد ان کا پیچھا کرنے نکل پڑے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارد گرد کی پہاڑیوں اور ٹیلوں پر تمام رات آگ روشن رکھنے کی جو ہدایت فرمائی تھی اِس سے وہ سمجھے کہ اہل ایمان کی فوج بہت بڑی ہے جو اتنی دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ ایام تک وہاں مقیم رہے لیکن قریش کو مقابلے کے لیے آنے کی جرات نہ ہو سکی۔(1)

مزید یہ کہ غزوہ احد کے متعلق قرآن کا بیان بھی واضح ہے کہ غزوہ کے شروع میں اہل ایمان کا پلہ بھاری تھا لیکن جب ایک گروہ (تیر انداز دستے) نے اُس جگہ کو چھوڑ دیا جِس کا انہیں حکم دیا گیا تھا تو پھر صورتحال بدلی اور اہل ایمان کو اس مرحلہ پر تکلیف اٹھانا پڑی لیکن پھر اللہ نے ان پر اپنا فضل فرما دیا تھا۔(2) جنگ میں کامیابی و پستی کا قول میدان جنگ میں آخری کیفیت کی بنیاد پر کیا جاتا ہے، یہ حقیقت ہے کہ اس جنگ میں کوئی صحابی بھی جنگی قیدی نہیں ہوا، جبکہ غزوہ بدر میں 70 قریشی قیدی بنے تھے۔ اِسی طرح قریشیوں کے ہاتھ کوئی مالِ غنیمت بھی نہیں آیا تھا۔ اس طرح بدر کا بدلہ برابر نہیں ہوا تھا بلکہ یہ واقعاتی حقیقت ہے کہ اہل ایمان نے مشرکین کا پیچھا کیا لیکن قریشی لشکر نے بغیر کسی مالِ غنیمت یا جنگی قیدیوں کے (جو کہ کامیابی کی علامت قرار دی جاتی تھی) اپنے مقام و مرتبہ اور ساکھ بچاتے ہوئے جلد سے جلد مکہ واپس پہنچنے میں عافیت سمجھی۔ اس طرح دور تک مجاہدین نے قریشی لشکر کا پیچھا کیا۔ تعاقب ایک کامیاب لشکر ہی کر سکتا ہے۔ مغلوب لشکر میں دشمن کا پیچھا کرنے ہمت نہیں ہوتی۔ غزوہ احد کے حقیقی فیصلہ کے بارے میں مشکلہ کا سامنا اِس لیے ہوا کہ قریش کا حمراء الاسد تک اہل ایمان کے تعاقب کو اکثر سیرت نگاروں نے غزوہ احد سے الگ غزوہ کے طور پر "غزوۃ حمراء الأسد" کے عنوان سے بیان کیا ہے لیکن یہ غزوہ احد سے الگ کوئی باقاعدہ غزوہ نہیں بلکہ یہ غزوہ احد ہی کا تکمیلی حصہ تھا۔(3)

مذکورہ تفصیلات کو سامنے رکھ کر اس مشکلہ کے حل میں ترجیحا ہم یہ توجیہ پیش کر سکتے ہیں کہ اس غزوہ میں اگرچہ میدان جنگ میں اہل ایمان کو شدید تکلیف کا سامنا کرنا پڑا تھا لیکن حقیقی کامیابی اہل ایمان کو نصیب ہوئی۔

## تطبیق

اگر اس مشکلہ کا تطبیق کی رو سے جائزہ لیا جائے تو غزوہ احد کا معرکہ تین مراحل پر مشتمل تھا۔

1. پہلے مرحلے پر جب اہل ایمان کو واضح کامیابی نصیب ہوئی اور کفار مکہ پسپا ہو رہے تھے۔

---

(1) البلادی، عاتق بن غیث (1421ھ) معجم ال-عالم الجغرافیہ، دار مکہ للنشر والتوزیع. مکۃ المکرمۃ ص105

(2) آل عمران 152:3

(3) مبارک پوری، صفی الرحمٰن (2020)، الرحیق المختوم، مکتبہ سلفیہ لاہور، ص193

2. دوسرے مرحلے میں جب تیر اندازوں کی لغزش سے کفار کی فوج نے خالد بن ولید کی قیادت میں مسلمانوں کی فوج پر پیچھے سے حملہ کر کے اہل ایمان کی صفوں میں ہلچل پیدا کر دی جس کے نتیجہ میں حضور ﷺ کے دندان زخمی اور کثیر صحابہ شہید ہو گئے اور حضور ﷺ کی شہادت کی افواہ پھیل گئی۔
3. تیسرے مرحلے میں حضور ﷺ کے زخمی ہونے کے باوجود دل شکستہ اہل ایمان کو نہ صرف جذبوں اور ولولوں سے بھر دیا بلکہ منتشر ہونے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانے والے صحابہ کو بھی نئے سرے سے جنگ کرنے پر آمادہ کر دیا جس کے نتیجہ میں کفار کی فوج پسپا ہو گئی، یوں پہلے مرحلے میں کامیابی، پھر صدمہ اور پھر انجام کے لحاظ سے کامیابی نصیب ہوئی تھی۔

## اشکال نمبر 4: غزوہ احد میں صحابیات کی شرکت

غزوہ احد میں صحابیات میں سے چند صحابیات نے بھی شرکت کی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یوم احد میں نے اپنی والدہ ام سلیم اور سیدہ عائشہ کو دیکھا کہ پائنچے چڑھائے ہوئے مشکیزہ بھر بھر کر پشت پر رکھ کر لاتیں اور زخمیوں کو پلاتھیں، جب مشکیزہ خالی ہو جاتا تو پھر بھر کر لاتیں۔(1)

ام عطیہ فرماتی ہیں کہ ہم غزوات میں زخمیوں کے علاج اور خبر گیری کی غرض سے ساتھ شریک ہوتی تھیں۔ انہوں نے صرف صحابہ کرام کو پانی پلایا اور زخمیوں کی خبر گیری کی، لیکن جنگ نہیں کی۔(2)

جبکہ بخاری کی ایک روایت کے مطابق جب سیدہ عائشہ سے خواتین کے جہاد میں شریک ہونے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے منع فرمادیا اور فرمایا کہ حج تمہارے حق میں جہاد ہے(3) اسی لیے امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ خواتین پر جہاد میں شرکت لازم نہیں، پھر اس غزوہ میں صحابیات کیوں شریک ہوئیں۔

## حل

غزوہ احد میں صحابیات کا بخاری کی روایت کے ساتھ کسی قسم کا تعارض نہیں، کیونکہ بخاری کی روایت میں قتال میں خواتین کی عملی شرکت کے بارے میں ہے اور اس غزوہ میں فقط ام عمارہ نے تلوار چلائی تھی اور وہ بھی ایک خاص موقع

---

(1) بخاری، محمد بن اسماعیل(1408ھ)، الصحیح، دار الفکر العربی، بیروت لبنان، ج1، ص512، رقم2880

(2) ایضاً ج1، ص914، رقم4071

(3) ایضاً ج1، ص510، رقم2875

تھا، چنانچہ ام عمارہ نے جب دیکھا کہ ابن قُمیہ حضور ﷺ پر حملہ کر رہا ہے تو انہوں نے بڑھکر ابن قمیہ پر وار کیا مگر چونکہ وہ دو زرہیں پہنے ہوئے تھا۔اس لیے ابن قمیہ وار کو سہہ گیا۔(1)

فقہاء نے لکھا ہے کہ خواتین پر جہاد فرض نہیں، ہاں اگر کفر اکھٹا ہو کر اہل ایمان پر حملہ کر دے اور اس کے نتیجے میں خواتین کا شریک ہونا بھی ضروری ہو جائے تو پھر مرد و خواتین پر فرض ہے کہ وہ اپنی اپنی استطاعت کے مطابق کفر کا مقابلہ کریں۔ نیز ضرورتکے وقت خواتین کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ زخمیوں کی دیکھ بھال اور ابتدائی طبّی امداد فراہم کرنے کے لیے پردے کی رعایت کرتے ہوئے جنگ میں شرکت کر سکتی ہیں بشرط یہ کہ ان کی موجودگی کسی فتنے کا سبب نہ بنے۔اگر مخالف خواتین پر حملہ آور ہو تو وہ اپنے دفاع میں لڑائی کرنے کا حق بھی رکھتی ہیں۔

## اشکال نمبر 5: حضور ﷺ کا حضرت حمزہ کی شہادت پر ماتم کی ترغیب دینا

غزوہ احد میں مشرکین نے اہل ایمان کی نعشوں کی بے حرمتی کرتے ہوئے ان کا مثلہ کیا، یعنی ناک، کان وغیرہ کاٹے جیسا کہ روایات میں ابو سفیان کا اعترافی قول بیان کیا جاتا ہے کہ ہمارے آدمیوں نے تمہارے کئی مقتولین کا مُثلہ کیا ہے۔ بخدا میں ان کی اِس حرکت کو پسند نہیں کرتا، ہاں! نہ میں نے انہیں روکا اور نہ ہی حکم دیا ہے۔(2)

ابو سفیان کی بیوی "ہند" نے حضرت حمزہ کی نعش کی توہین کی اور مُثلہ کیا تھا کیونکہ ہند کا باپ عقبہ جنگ بدر میں سیدنا حمزہ کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔ مسلمان جب غزوہ احد سے لوٹے تو مدینہ منورہ میں شہداء کے گھروں میں صف ماتم بچھ گیا۔ کیونکہ 70 شہداء میں سے صرف چار (سیدنا حمزہ، مصعب بن عمیر، عبداللہ بن جحش اور شماس بن عثمان) مہاجرین تھے، جبکہ دیگر چھیاسٹھ انصار میں سے تھے۔ آپ ﷺ جب مدینہ کی گلیوں میں گزرے تو رونے دھونے کی بلند آوازیں سنیں ۔تب حضور ﷺ نے سیدنا حمزہ سے محبت کی خاطر فرمایا: حمزہ پر رونے والا کوئی نہیں؟ انصاریوں نے یہ سنا تو انصار نے اپنی خواتین کو بولا کہ وہ جا کر حضور ﷺ کے چچا پر روئیں۔(3) سیدنا حمزہ پر حضور ﷺ کی جانب سے ماتم کے لیے ترغیبی کلمات بظاہر آپ ﷺ کی اپنی تعلیمات کے مخالف ہیں جن میں حضور ﷺ نے ماتم سے منع فرمایا ہے۔یوں ایک طرف رسول اللہ ﷺ کا ماتم سے منع کرنا اور دوسری جانب سیدنا حمزہ کی شہادت پر ماتم کی ترغیب سے ایک قسم کا مشکلہ سامنے آتا ہے۔

---

(1) ابن ہشام، عبدالملک بن ہشام(1421ھ)، السیرۃ النبویۃ، دار المعرفہ، بیروت، لبنان،، ج2، ص82

(2) ایضاً ج2، ص46

(3) ایضاً ج2، ص99

## حل

عربوں میں یہ رواج تھا کہ مردوں پر عورتیں ایسے روتی تھیں کہ وفات پانے والے کو یاد کر کے اور جزبات سے مغلوب ہو کر اپنے کپڑے پھاڑ ڈالتیں، چیختی چلاتیں، اپنے گالوں پر تھپڑ مارتی تھیں اور کبھی کبھی منہ سے ایسے نازیبا کلمات نکالتیں جو اللہ تعالی سے شکوہ شکایت اور موت وحیات کے اس قدرتی نظام پر اعتراض پر مشتمل ہوتے تھے، (جیسا کہ ہم اپنے علاقوں میں ایسے مواقعوں پر کبھی کبھی ایسے جملے سنتے ہیں) میت پر اپنے دکھ اور تکلیف کا اظہار منع نہیں کیونکہ دکھ اور سکھ کے جذبات انسانی فطرت کا خاصہ ہیں اس لیے دکھ کے اظہار میں نفس رونے کی ممانعت نہیں بلکہ جاہلیت کے امور (گالوں پر تھپڑ مارنا کپڑے پھاڑنا، یا اللہ کے نظام پر اعتراض پر مبنی جاہلی جملے بولنے) کی ممانعت ہے۔

چونکہ 70 صحابہ شہید ہوئے تھے، یہ اہل ایمان کے لیے شدید تکلیف کا باعث تھی اور یوں پورے مدینہ میں ایک دکھ کی کیفیت بن چکی تھی اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمت اور بلیغ انداز سے سید نا حمزہ پر رونے والوں میں مدینہ کے صحابہ کو بھی شامل فرمایا اور اسی طرح جب اپنے اپنے گھروں میں انفرادی طور پر رونے کی بجائے اجتماعی ماتم کی سی کیفیت بنی تو یہی وہ موقعہ تھا کہ حضور ﷺ نے عرب کے ماتم کے روایتی رسم کی اصلاح کی اور حکم دیا کہ آج کے بعد کسی وفات پانے والے پر اس قسم کا ماتم نہ کیا جائے۔(1) یوں حضور ﷺ نے اپنے کریم چچا کی شہادت پر زمانہ جاہلیت کا ماتم اور نوحے کی ممانعت کی عملی تعلیم دے کر بڑے حکیمانہ طریقے سے امت کی تربیت فرمائی۔

مذکورہ بیان سے ماتم کی ممانعت اور سید نا حمزہ پر رونے کے درمیان یہ تطبیق ہے کہ رونے کی اجازت ہے، جس میں بلند آواز سے رونا بھی شامل ہے، البتہ زمانہ جاہلیت انداز کی ممانعت ہے۔

## غزوہ خندق سے متعلق اشکالات

مدینہ سے جلاوطن کیے گئے یہود اور قریش مکہ نے اہل ایمان کو مکمل خاتم کرنے کے لیے ہجرت کے پانچویں سال منصوبہ بندی کی اور اس طرح اہل ایمان کے خلاف مختلف قبیلوں پر مشتمل 10000 کا اتحادی لشکر تیار ہوا۔ گویا اہل ایمان کے خاتمے کے لیے سارا عرب متحد ہو کر جنگ کے لیے آگیا اس لیے اسے احزاب کی جنگ کہتے ہیں۔ حالات کو دیکھتے ہوئے صحابہ کرام نے دفاعی حکمت عملی اپنائی۔ مدینہ کی جغرافیائی حالت اور دفاعی حکمت کے تحت شمال کی طرف سے خندق کھودی گئی اس لیے اس غزوہ کو غزوہ خندق بھی کہا جاتا ہے۔ اس غزوہ میں ہمہ وقت ذہنی اور جسمانی مصروفیت و تندہی کا یہ عالم تھا کہ حضور ﷺ اور آپ کے ساتھ اصحاب کی کئی ایک نمازیں بھی قضاء ہوئیں جس پر حضور ﷺ نے بہت دکھ کا اظہار

---

(1) احمد، محمد بن حنبل (2016ء)، مسند احمد، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، ج5، ص398، رقم 5563

فرمایا۔اس غزوہ میں باقائدہ جنگ تو نہیں ہوئی تاہم تیر اندازی کے نتیجے میں آٹھ صحابہ شہید ہوئے اور گڑھا پار کرنے کی کوشش میں دو مشرکین (عمرو بن عبدود اور نوفل بن عبداللہ مخزومی) مارے گئے۔ بہر حال طویل محاصرہ کرنے کے باوجود مشرکین کے سامنے کسی کامیابی کی کوئی صورت ہاتھ نہ آنے، ان میں باہمی بداعتمادی پھوٹنے، سخت سردی کا موسم اور اللہ کی طرف سے تیز باد و باران کی صورت میں مدد کی وجہ سے یہ محاصرہ اختتام پذیر ہوا اور کسی کامیابی کے بغیر اتحادی لشکر غیر منظم انداز سے منتشر ہو کر واپس چلا گیا۔(1)

کتبِ سیرت میں غزوہ احزاب کے متعلق مطالعہ کے دوران کچھ "مشکلات" سامنے آتی ہیں جن کو ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

## اشکال نمبر 6: غزوہ خندق میں قضا ہونے والی نمازوں کی تعداد

غزوہ احزاب میں محاصرہ کئی ایام تک چلتا رہا اور اس دوران چند دن انتہائی تکلیف دہ بنے کہ موسم کی شدت اور مشرکین کے لشکر کے چند لوگوں کا خندق کو پار کرنے کی کوشش اور پھر اندرون مدینہ کچھ یہودیوں کی ریشہ دوانیاں، ان اسباب کی بدولت حضور ﷺ اور اصحاب رسول کی چند نمازیں بھی قضاء ہوئیں چنانچہ ایک روایت ہے کہ عصر کی نماز قضا ہوئی تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ چار نمازیں (ظہر، عصر، مغرب اور عشاء) قضا ہوئی ہیں۔(2)

ان روایات کو دیکھ کر ایک قسم کا مشکلہ سامنے وجود پاتا ہے کہ کتنی نمازیں قضا ہوتی ہیں؟

## حل

غزوہ احزاب کئی یوم تک جاری رہا تھا۔ اس لیے کسی ایک دن فقط عصر کی نماز قضا ہوئی تھی اور کسی دن زیادہ نمازیں قضاء ہوئی تھیں۔ اصحاب رسول خندق کے مختلف حصوں پر متعین تھے اور حضور ﷺ جنگ کی نگہبانی کے لیے چکر لگایا کرتے تھے تو جس صحابی نے جو مشاہدہ کیا، وہ بیان کر دیا۔ جس نے عصر کا مشاہدہ کیا اور اس وقت روایان واقعہ پیغمبر کے ساتھ تھے تو انہوں نے عصر کا ذکر کیا اور جنہوں نے دوسرے یوم حضور ﷺ کے ساتھ زیادہ گزارا اور نمازیں زیادہ قضاء ہوئیں، انہوں نے زیادہ نمازیں بیان کیں، امام نووی نے بھی مذکورہ بالا تطبیق (تعدد واقعات) ذکر کی ہے۔(3)

---

(1) مبارک پوری، صفی الرحمٰن (2020)، الرحیق المختوم، مکتبہ سلفیہ لاہور،، ص 213

(2) ابن سعد، محمد بن سعد (1412ھ) الطبقات الکبری، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، ج 2، ص 68

(3) نووی، یحییٰ بن شرف (1412ھ)، شرح صحیح مسلم، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان، ج 5، ص 130

تاہم قضاء نمازوں میں عشاء کی نماز روایوں نے اس لیے ذکر کی ہوگی کہ تب عشاء کی نماز اپنے معمول سے تاخیر سے ادا فرمائی اس لیے اسے بھی شامل کر دیا گیا، ورنہ عشاء کی نماز انفرادی و اجتماعی طور پر تو طلوع صبح صادق تک کسی بھی وقت پڑھی جاسکتی ہے اس لیے تاخیر سے نماز عشاء پڑھنے کو قضا میں شمار کرنا درست نہیں۔

## اشکال نمبر 7: غزوہ خندق میں نمازوں کا صلاۃ خوف کے طریقے سے ادا نہ کرنا

غزوہ خندق میں تمام صحابہ کا لشکر خندق کی حدود تک پھیلا ہوا تھا اور پورا لشکر گویا مختلف مقامات کی نگرانی کر رہا تھا تو ایسی صورت میں اس بات کا امکان زیادہ تھا کہ صحابہ کرام کی ٹولیاں اپنے اپنے مقامات پر چھوٹی چھوٹی جماعت کی صورت میں صلاۃ خوف کی ترتیب سے نماز ادا کریں اور اس طرح کسی بھی نماز کے قضا ہونے کی نوبت نہ آتی۔ مذکورہ بالا صورتحال کے تحت یہ مشکلہ سامنے آتا ہے کہ صلاۃ خوف کے طریقہ پر کیوں نماز میں نہیں کی گئیں؟

## حل

روایات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ خندق میں تمام صحابہ کی نمازیں قضاء نہیں ہوئیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مختلف دستوں نے اپنے متعلقہ مقامات میں خندق کی حفاظت کی ذمہ داری کی نوعیت کو دیکھ کر اپنی جماعت بھی کرائی ہوگی۔ ہاں جن صحابہ پر نگرانی کی ذمہ داری زیادہ تھی ان کی جماعت رہ گئی ہوگی۔ اس تطبیق کی تائید میں وہ روایات پیش کی جاسکتی ہیں کہ جس میں ذکر ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے اور قریشی لشکر کو برا بھلا کہا اور عرض کی کہ یا رسول ﷺ میں عصر کی نماز ادا نہیں کر سکا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے لگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں بھی عصر کی نماز ادا نہیں کی، پھر عصر کی نماز مغرب کے بعد ادا فرمائی۔(1)

جہاں تک اس اشکال کا تعلق ہے کہ صلوۃ خوف کے انداز سے نماز کیوں ادا نہیں کی گئی تو اس وقت صلوۃ خوف کے متعلق حکم نہیں آیا تھا۔ صلوۃ خوف کا حکم بعد میں غزوہ ذات الرقاع (محرم 5 ہجری) کے موقع پر آیا تھا۔(2)

یہاں ایک معاصر سیرت نگار محمد رفیق ڈوگر کی رائے کو بھی ذکر کرنا مناسب ہوگا، وہ ایک نئی فکر پیش کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ: "حضور ﷺ چاہتے تو معینہ وقت پر اپنے مورچے میں نماز میں ادا کر سکتے تھے لیکن حضور ﷺ نے

---

(1) بخاری، محمد بن اسماعیل (1408ھ)، الصحیح، دار الفکر العربی، بیروت لبنان، ج1 ص947 رقم 4112

(2) نووی، یحییٰ بن شرف (1412ھ)، شرح صحیح مسلم، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان، ج5 ص69

اپنے عمل سے دکھایا اور سکھا دیا کہ اسلامی ریاست اور اللہ کے دین کے دفاع کی آزمائش کے مرحلوں میں اولیت دفاع کو حاصل ہے۔(1)

## خلاصہ کلام

سیرت کے قارئین کو دوران مطالعہ واقعات کے وقوع پذیر ہونے کی مختلف روایات کی وجہ سے مشکلات پیش آتی ہیں۔اس تحقیق میں ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی میں پیش آنے والے دفاعی غزوات کی مشکلات کا ذکر کیا ہے۔روایات میں اختلاف کی بنیاد پر غزوہ بدر کا سبب بیان کرتے ہوئے یہ اشکال سامنے آتا ہے کہ حضور ﷺ کا مطمع نظر قریشی قافلے کو لوٹنا تھا جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے کہ قدرت دنیا کو حق و باطل کا فیصلہ کن معرکہ دکھانا چاہتی تھی کہ کیسے 313 افراد کا نہتا لشکر فخر و غرور اور تکبر سے لبریز اپنے سے تین گنا زیادہ قریشی لشکر کو شکست دے کر اسلام کا بول بالا کرتا ہے۔یہ فتح تب ہی نصیب ہوئی جب خدا کی مدد و نصرت ملائکہ کے نزول کے سبب شامل حال رہی تب جا کر اہل ایمان کو کامیابی نصیب ہوئی۔بدر کی شکست کے بعد کفار کا غرور خاک میں مل گیا تو انہوں نے اپنے تجارتی قافلے کے منافع کو لشکر کی تیاری میں صرف کیا اور دوبارہ تین ہزار کے لشکر کے ساتھ اہل ایمان پر حملہ آور ہوئے۔اہل ایمان نے کفار کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور کفار کو بھاگنے پر مجبور کر دیا لیکن مسلمانوں کے ایک گروہ کی غلطی کہ انہوں نے اس درہ کو چھوڑ دیا جہاں حضور ﷺ نے حکم دیا تھا کہ اس کو کسی صورت بھی نہیں چھوڑنا۔درہ خالی دیکھ کر کفار نے پیچھے سے حملہ کیا مسلمان منتشر ہوئے بعدازاں ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تو ان کو بھاگنے پر مجبور کر دیا مجموعی طور پر غزوہ احد میں بھی اہل ایمان فاتح ٹھہرے۔حالات کی نزاکت کی بدولت اس جنگ میں چند صحابیات بھی شریک ہوئی لیکن انہوں نے قتال میں حصہ نہ لیا۔ اسی موقع پر جب اسلامی لشکر کے ستر شہیدوں پر انصار نے ماتم کیا تو حضور ﷺ نے یہاں ان کی اصلاح فرما کر ہمیشہ کے لیے ماتم اور نوحہ کو حرام قرار دے دیا۔ مسلسل شکست کھانے کے بعد کفار مکہ نے یہود اور عرب کے دیگر قبائل کو ساتھ ملا کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے مسلمانوں نے حکمت عملی کے تحت خندق کے ذریعے ان کا مقابلہ کیا۔ یہاں چونکہ پورا عرب اسلام کو ختم کرنے کے لیے اُمڈ آیا تھا تو نزاکتِ حالات کی وجہ سے حضور ﷺ اور صحابہ کی بعض نمازیں قضاء ہو گئی تھیں۔ اور اس وقت صلاۃ الخوف کا حکم نہیں اترا تھا اور نہ اسلامی لشکر صلاۃ الخوف ادا کر لیتا۔

واقعات کی غلط تطبیق کی وجہ سے مستشرقین اور عام ذہنوں کی طرف سے ہونے والے تمام اشکالات کو اس تحقیق میں واضح کیا گیا ہے۔ جس سے تمام اشکالات دور ہو سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

(1)ڈوگر، محمد رفیق(2012)،الامین، مکتبہ دید شنید کراچی ج4، ص294